"بانگ درا" کی عصری معنویت

یاسمین کوثر

شگفتہ فردوس

Abstract:

Allama Iqbal is a Visionary, thinker, poet. His first Urdu poetry collection Bang-e-Dara was published in 1924.Preface of this book was written by Sheikh Abdul Qadir, a very close friend of Iqbal and editor of Literary Magazine "Makhzan". This book is divided into three parts. Even after 100 years of this publication His poetry still reflects the contemporary era. For any poetry to be universal, it must include its contemporary problems and their solution as Iqbal did. He clearly mentioned those issues like lack of unity, hypocrisy, patriotism, and selfishness among Muslims as the basis of problems, which can be overcome by self-knowledge, unity and the pursuit of monotheism and Prophet hood. In this way, the worth of this book is increasing day by day.

علامہ اقبال ایسے نابغہ روزگار شاعر ہیں جن کے کلام کی صداقت، ندرت اور دردمندی نے سب کو اپنا گرویدہ بنایا۔ اُن کے شعری آہنگ نے لوگوں کے دلوں کے تاروں کو چھو کر اُن میں حرکت و عمل کی تمنا اجاگر کی، یہ اوصاف لفظ و معنی کی عمیق فہم، فراست اور بصیرت کے بنا ممکن نہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے دور کے مسائل کا غائر جائزہ لیا اور ان کا حل تجویز کیا، اسی لیے حکیم الامت کہلائے۔ اُن کے کلام کی ایک اہم خوبی آفاقیت ہے جو ہر دور میں موجود مسائل کے حل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کے کلام کی معاصر معنویت کا جائزہ لینے کے لیے ہر دور میں کوششیں کی گئیں اور وہ ہر بار اپنے انفرادی رنگ سمیت اس دور کا ترجمان نظر آیا۔ اُن کی شاعری آج کے عالمی و ملکی منظرنامے کی بھی جیتی جاگتی تصویر دکھاتی ہے۔ یہی اوصف خاص اُن کے کلام کو ہر دور میں رہبر اور معتبر بناتا ہے۔ علامہ اقبال کی پہلی شعری تصنیف "بانگ درا" اپنی اشاعت کے سو سال پورے کر چکی۔اس کی اثر انگیزی ایک صدی گزرنے کے باوجود آج بھی برقرار ہے۔ اس

کا جتنا مطالعہ کیا جائے اتنا ہی اس کی معنویت کی نت نئی پرتیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اکلام اقبال کی تفہیم اور اس کی عصری معنویت و افادیت کا جائزہ لینے کے حوالے سے محمد سہیل عمر نے بہت اہم سوال اٹھائے کہ "علامہ کی وہ کون سی حیثیات ہیں جو اس معنویت کا تعین کرنے کے لیے صرف آج، اکیسویں صدی ہی میں نہیں بلکہ زمانے کی قید سے آزاد ہو کر، مستقل رہنے والی بنیادیں فراہم کرتی ہیں؟ وہ کون سے ایسی پائیدار کائناتی، عالمگیر بنیادیں ہیں جو دائمی ہیں جن پر آپ بڑی شاعری کو، بڑے ادب کو بڑی فکر کو ہمیشہ پرکھ سکتے ہیں۔"(1) س کا بہت سادہ سا جواب ان کے افکار کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ اُن کا معجز بیانی تھی جس نے سب کے دلوں پر حکمرانی کی یہی وجہ ہے کہ ان کی فکری معنویت میں ہر گزرتے دن میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس معنویت کے تعین میں اُن کے حسن اظہار کو کلیدی حیثیت ہے۔ "بانگ درا" کی صورت میں ہمیں اجتماعی طور پر پہلی بار علامہ کے فکری اُپج اپنے تنوع کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے، اس میں موجود شعری اظہار میں ہمیں بصیرت ملتی ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی علمبرداری، بہترین زندگی گزارنے اور زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو کر زندگی کے نشیب و فراز سے باوقار انداز میں آگے بڑھنے کا ولولہ تازہ ہمیں ان کی شاعری سے ملتا ہے۔ یہی وہ عناصر ہیں جو عہد حاضر میں زندگی گزارنے کے لیے از حد ضروری ہیں۔ اپنی اس شاعری کے بارے میں انہوں نے بہت پہلے بتا دیا تھا کہ یہ اُن کے درد کی صدا اور آواز درا ہے۔

گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے(2)

"بانگ درا" تین حصوں میں منقسم ہے۔ اس کا پہلا حصہ ابتدائی شاعری کا ہے جس میں 1905 تک کی شاعری کو شامل کیا گیا ہے۔ اس دور کی انفرادیت فطرت نگاری، وطنیت اور عشق مجازی ہے، اس حصے میں بچوں کے لیے ماخوذ نظمیں بھی ہیں۔ دوسرا دور 1905-1908 کا ہے جس کی شاعری میں زیادہ پختگی ملتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں علامہ یورپ گئے اور اُن کے وسعت مطالعہ نے اُن پر زندگی اور فکر کی نئی صورتیں منکشف کیں۔ اس دور میں انہوں نے فارسی پڑھی اور عجمی فلسفے پر تحقیق کی اس لیے ان کی توجہ ہمیں فارسی کی جانب دکھائی دیتی ہے۔ تیسرا حصہ 1908ء کے بعد کا ہے اس میں اُنہوں نے ظریفانہ کلام، نظمیں اور غزلیں شامل کیں۔ شیخ عبد القادر نے اس کا دیباچہ لکھا اور اس کتاب کی اہمیت اور وسعت فکر کا دعویٰ بھی کیا اور علامہ اقبال کی وسعت فکر و نظر کو سراہتے ہوئے اس کی گہی معنویت کی جانب اشارہ بھی کیا ہے:

"اردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں اور کیوں نہ ہوں، ایک صدی کے چہارم حصہ کے مطالعہ اور تجربہ اور مشاہدہ کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے۔ بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔"(3)

"بانگ درا" میں اقبال کا فلسفہ اور فکر اپنے عروج پر ہے۔ اس مجموعے کو انھوں نے بہت محنت سے مرتب کیا بار بار نظموں اور غزلوں کی تراش خراش کر کے شائع کیا جیسا کہ غلام رسول مہر نے کہا کہ: "انہوں نے بہت سی نظمیں، غزلیں یا اشعار اس وجہ سے قلمزد کر دیئے کہ وہ اُن کے نزدیک معیاری نہ تھے۔"(4) اقبال کا کمال یہ ہے کہ انہوں روایت اور جدت کے امتزاج سے بہت سی نئی جہات کو منکشف کیا اور اپنی نئی راہیں نکالیں ۔اُن کے اتباع میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن کوئی بھی اُن کے درجے تک نہ پہنچ سکا۔ اس کتاب کے امتیازی اوصاف میں فلسفیانہ مضامین، قدرتی مناظر کی امیجری، قومی و ملی نظموں میں درد، منفرد غزلیں اپنے حسن بیان کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ہمیں اس میں علامہ اقبال کی شاعری کے مختلف مدارج ارتقاء سے جامعیت کی طرف دکھائی دیتے ہیں۔ "بانگ درا" کا دیباچہ اقبال کے بہت قریبی دوست اور رسالہ "مخزن" کے مدیر شیخ عبدالقادر نے تحریر کیا۔ جو اقبال کے بہت قریبی ساتھیوں میں سے تھے، جن کی کاوشوں سے اقبال کی نظم "ہمالہ" رسالہ "مخزن" کے پہلے شمارہ اپریل 1901 میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں بھی ان کے اظہار کی ندرت نظر آتی ہے:

کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کُنج خلوت خانہ قدرت ہے کاشانہ مرا(5)

علامہ نے نہ صرف بہت چابکدستی سے اپنی شاعری سے اس جہان رنگ و بو کی حقیقتکو آشکار کیا بلکہ اُن کے بیان کی سادگی و سلاست نے خموشی کو گفتگو بنانے کا فن بھی آشکار کیا ہے اُن کی یہی خامشی بھولے بھٹکوں کے لیے آواز درا بن جاتی ہے اور بے زبانی کو زباں عطا کرتی ہے۔:

غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موج ہوا
ہاں مگر اک دور سے آتی ہے آواز درا(6)

علامہ اقبال رجعت پسند نہ تھے بلکہ بہت ترقی پسندانہ سوچ کے حامل تھے۔ وہ اپنی تمام تر اعلیٰ مشرقی روایات کی پاسداری کے ساتھ عصرِ حاضر کے تقاضوں سے بخوبی آشنا تھے، اور جو بات انہوں نے ایک صدی قبل اہل مغرب کی ثقافتی یلغار کو دیکھ کر کہی تھی جہاں عورت مرد کی برابری کی تمنا میں اس کی ذمہ داریاں بھی اپنے سر لینے کے لیے آمادہ ہو رہی تھی وہیں مرد اپنی ذمہ داریوں سے دستبردار ہو کر اپنے حسن و زیبائش کی جانب متوجہ ہوئے۔ علامہ کی چشمِ بصیرت آنے والے دنوں میں مرد و زن کے بدلتے ہوئے اس کردار اور اس کے نتائج سے بخوبی آگاہ تھی۔ اس لیے اُن کی شاعری آج بھی ہمارے عہد کے نوجوانوں پر صادق آتی ہے۔ اُن کی ظریفانہ شاعری کا ایک حوالہ دیکھیے جسے پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ علامہ ہمارے دور کے اُن جوانوں سے مخاطب ہیں جو "حسن زن" کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نزاکتوں کے پروردہ اور ظاہری حسن کو نکھارنے میں مصروف ہیں، اُن کے لیے "بانگ درا" ایک آئینے کی مانند ہے جس میں وہ اپنی حقیقی تصویر دیکھ سکتے ہیں:

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بد ظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے(7)

علامہ اقبال اہل مغرب سے اُن کی اچھی روایات، اور سائنس و ٹیکنالوجی کے فیوض و برکات لینے کے حق میں تھے وہ اپنے تاریخی و تہذیبی منظر نامے سے بھی آشنا تھے اور نئے عہد کے تقاضوں کے بھی حامی تھے۔ علامہ نے ن مشرق و مغرب کا بہت عمیق مطالعہ کیا اور اُن کے سرمایہ دارانہ نظام اور وطنیت کے زمینی تصور سے بچ کر رہنے کے حق میں تھے کیوں کہ اس نظام میں لوگوں کے حقوق کی پامالی کے ساتھ دولت مند کے سرمائے میں اضافہ کی ترغیب ملتی ہے، جس سے غریب غریب تر، ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اہوں نے وطنیت کے زمینی تصور کو ناپسند کیا جو اسلام کی اجتماعیت کی تعلیمات کے منافی اور تصورِ ملت کو تقسیم کرنے کا باعث ہے۔ یوں علامہ کے ہاں ہمیں مشرق کی تمام اخلاقی قدروں کی پاسداری ملتی ہے جسے آل احمد سرور اپنے مضمون "اقبال اور نئی مشرقیت" میں مشرقیت کے نئے پن سے تعبیر کیا ہے اور کہا کہ "یہ نئی مشرقیت ماضی کے صالح عناصر اور اخلاقی اور روحانی بصیرت کے ساتھ جمہوریخیر کے تقاضوں کو قبول کرتی ہے۔"(8)

اگر ہم کلام اقبال کی اثر پذیری اور معنویت کا جائزہ اس عہد کے سیاسی اور معاشی تناظر میں لیں تو اس کے مطابق 2023ء میں کیے جانے والے گلوبل مسلم پاپولیشن ویب سائٹ کے مطابق دنیا کی کل آبادی آٹھ ارب ہے جس میں مسلمان دو ارب سے زیادہ اور دنیا کی آبادی کی کل آبادی کا پچیس فیصد ہیں۔ یوں اسلام دنیا کا دوسرا بڑا اہم مذہب، براعظم ایشیا و افریقہ کے چھبیس ممالک کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ دنیا کے 196 ممالک میں سے 57 مسلم اکثریتی ممالک ہیں جن میں سے باسٹھ فیصد مسلمان ایشیا میں بستے ہیں اس کے باوجود فلسطینی مسلمان اسرائیل کے بدترین انسانیت سوز مظالم کا سامنا کر رہے ہیں۔ اُن کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے اُٹھنے والی آوازوں کو دبا دیا جاتا ہے، کسی مسلم ملک کی جانب سے اس ظلم و بربریت کے خلاف لائی جانے والی قرارداد کو پاس نہیں ہونے دیا جاتا، اس طرح مسلمان سیاسی منظر نامے میں اپنا وجود رکھنے کے باوجود بے وقعت ہیں:

ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو، کہ تیرا دل نہیں دانائے راز(9)

یہی وجہ ہے کہ مسلمان چاہ کر بھی اسرائیل کی فلسطینیوں پر بہیمانہ کارروائیوں کو رکوانے کی جرات نہیں کر پا رہے، عرب تنظیمیں سوائے اجلاس بلا کر مذمتی قراردادوں سے آگے نہیں بڑھ پا رہیں، عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اسرائیل اور ان کی پشت پناہی کرنے والی امریکی اور یورپی اقوام کے سامنے اپنے عیش و عشرت اور ذاتی مفادات کے لیے گردنیں جھکائے ہوئے اسلامی ممالک کے سربراہان سوائے اجتماعی مذمتی قراردادوں کے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں علامہ نے ایسی ہی صورتحال کی عکاسی نظم "جواب شکوہ" میں کرتے ہوئے فرمایا تھا:

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود　　ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!(10)

بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں　　تھا براہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں(11)

معاشی تناظر میں دیکھا جائے تو قطر دنیا کے امیر ترین ممالک میں پہلے نمبر پر ہے لیکن مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کسی اور کا ہے۔ اقوامِ عالم کے سامنے مسلمان پر کاہ کی مانند ہیں اور اہلِ مغرب اپنے حواریوں سمیت کبھی مشرق وسطیٰ پر تو کبھی بر صغیر پر سیاسی چالوں کے ذریعے اپنا تسلط قائم رکھنے کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس طرح آج بھی عالمی منظر نامہ ویسا ہی دکھائی دیتا ہے جس کی عکاسی اقبال نے اپنے عہد میں کی۔ اس دور میں عقل انسانی محو حیرت ہے کہ نہتے فلسطینی شہری کس اُمید پر اسرائیل کی جارحیت و بربریت کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ میں جام شہادت بخوشی قبول کرتے ہیں کیوں کہ انہیں یقین ہے کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا اور فتح حق کی ہو گی، جیسا کہ علامہ نے فرمایا تھا:

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے ادھر نکلے(12)

آج سرزمین قدس کی خاطر جان کے نذرانے پیش کرنے والوں کی مثال اقبال کی نظم "صبح کا ستارہ" میں موجود اس ستارے کی مانند ہے جو اپنے وجود کی قربانی سے ظلمت شب کے خاتمے کی نوید سناتا ہے:

خاک میں مل کے حیات ابدی پا جاؤں
عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں(13)

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کاروں کو
شر رفشاں ہو گی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا(14)

عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کو علاقائی، مذہبی، لسانی تعصبات، نفاق اور ذاتی مفاد نے اُنہیں خزاں رسیدہ پتوں کی مانند ہوا کے دوش پر لا کھڑا کیا ہے جس کی نشاندھی علامہ نے بہت پہلے اپنے اشعار میں کر دی تھی مثلاً نظم "صدائے درد" میں موجود جیسا کرب عصر حاضر میں بھی ویسا ہی ہے جیسا علامہ کے دور میں تھا۔ اس لیے اُنہوں نے مسلمانوں میں محبت واخوت کو فروغ دینے پر زور دیا ہے:

بدلے یکرنگی کے یہ نا آشنائی ہے غضب   ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب

جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں   اس چمن میں کوئی لطف نغمہ پیرائی نہیں(15)

"بانگ درا" کے تیسرے حصے میں موجود نظم "وطنیت" (یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور) میں اقبال نے عہد حاضر میں زمینی قومیت کے تصور کو پردہ چاک کرتے ہوئے اسے تہذیب کے ہاتھوں تراشیدہ وہ بت قرار دیا تھا جن کی پرستش میں محو ہو کر ہم اپنی اجتماعیت سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ اقبال نے مسلمانوں کو مصطفوی قرار دیا تھا اور جب وہ اپنے ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دینے لگے جس کا نتیجہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلم ممالک کی معاشی، سیاسی حالت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اقبال نے اسی لیے وطنیت پرستی کے نے اس خطرے سے ہمیں سو سال قبل آگاہ و خبر دار کرتے ہوئے کہا تھا:

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے(16)

وہ بخوبی جانتے تھے کہ قومیں جذب باہم سے دنیا میں نمو پاتی ہیں اور ہمارے لیے جذب باہم کی وہ قوت ہمارا مذہب ہے جو روم و شام اور عرب و عجم، کے بسنے والوں کو اخوت کے اس لازوال رشتے میں باندھتا ہے جس پر کبھی آنچ نہیں آسکتی۔ لیکن عصر حاضر میں ملکی پالیسیوں میں مقامیت اور انفرادیت کو اجتماعیت پر فوقیت دی جاتی ہے جس کا نتیجہ انتشار باہمی کی صورت میں نکلتا ہے اور مسلمان ممالک دنیا کے نقشے پر تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود بے وقعت و بے مایا ہیں، ان کے حقوق سلب کرنا سب سے زیادہ آسان ہے کیوں کہ وہ یکجائی و اتحاد کو ترک کرنے کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہیں جس کا نتیجہ اجتماعی طور پر اُن کی ہوا کے اکھڑنے اور بے وقعتی کی صورت میں آج ہمارے سامنے ہے۔ اس مسئلے کی نشاندھی اقبال نے بہت پہلے کرتے ہوئے اس کے نتائج سے خبر دار کیا تھا:

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمدؐ مُرسل کو مقامی کر لو!(17)

اقبال نے بہت پہلے اُمت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دینے والے کرداروں کو جان لیا تھا اور اُن تمام فتنوں سے سب کو بر وقت آگاہ کیا تا کہ اُن کا تدارک کیا جا سکے۔ اُنہوں نے اُمت کو توحید و رسالت کی جانب متوجہ ہونے اور اپنی شناخت کو بر قرار رکھنے کی جانب توجہ دلائی اور باہمی اتحاد کا مشوہ دیا تا کہ انتشار کے اس دور میں اُٹھنے والے ان فتنوں کا سامنا باہمی یگانگت سے کرتے ہوئے نقصانات سے بچا جا سکے۔ عبد المجید سالک نے علامہ کی بصیرت کے اس پہلو کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ "ہر اس چیز کو جو مسلمان کو اصلی منہاج نبوت سے دور لے جانے والی تھی۔۔۔واشگا فکر کے اس کے متعلق صحیح نقطہ نگاہ واضح کر دیا۔"(18)

اقبال کے تصور خودی میں انسان کی شخصی آزادی اور عزت نفس کے تحفظ کے ساتھ، خود شناسی و خود آگہی کا پیغام تھا، اسی سے معرفت نفس اور معرفت الٰہی ممکن ہے۔ اُن کی فکر اسلامی تہذیب کی حقیقی روح کی دریافت و بازیافت کی ایک سعی ہے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کو جن چیلنجز کا سامنا ہے اس میں بنیادی مسئلہ اسلامی تشخص کا ہے۔ نظم "ترانہ ہندی" میں کہی ہوئی بات امت مسلمہ پر سو فیصد صادق آتی ہے:

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دور زماں ہمارا (19)
ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں(20)

علامہ کی فکری آفاقیت کا دارو مدار محض اُن کے دور کی سیاسی صورت حال پر نہیں بلکہ یہ اُن کی اُس بصیرت پر مبنی ہے جس کا سر چشمہ قرآن و سنت ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حامدی کاشمیری نے "بانگ درا" کی آفاقی قدروں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

"اقبال ایک صحت مند اور توانا ذہن کے مالک ہیں----ایک بڑے شاعر کے شعری محرکات کو وقتی سیاست یا معاشرت کے تابع نہیں کیا جا سکتا، یہ محرکات جتنے عصری یا شعوری نوعیت کے ہوتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ آفاقی اور لاشعوری سر چشموں سے متعلق ہوتے ہیں"۔(21)

اقبال کی تحریروں میں تدبر، تفکر، بصیرت اور خود شناسی کی وہ تحریک موجزن ہے جس نے مسلمانوں کو اُن کی عظمت رفتہ کا احساس دلایا اور اُنہیں اپنے فکر و عمل میں انقلاب برپا کرنے کی جانب مائل کیا جیسا کہ

اپریل 2024 کے مجلہ "ہلال" میں شائع ہونے والے مضمون "بانگ درا کے سو سال" میں پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال کا کہنا ہے:

"متعدد معروف شعرا کے مجموعہ ہائے کلام کی طرح بانگ درا کو امتداد زمانہ کی گرد چھپا سکی اور نہ ہی اس کی شاعری اور پیغام کو دھندلا سکی، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی آب وتاب اور تعلیمات کی معنویت کھلتی اور بڑھتی ہی جا رہی ہے۔"(22)

یہی وہ پہلو ہے جس نے "بانگ درا" کی اہمیت وافادیت کو ایک صدی گزرنے کے باوجود برقرار رکھا ہوا ہے جیسا کہ عہد اقبال میں تھی۔ اس میں یقیناً اقبال کے افکار کے ساتھ ساتھ اقبال کا اعجاز گفتار بھی شامل ہے :

کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی(23)

حوالہ جات:

1۔ محمد سہیل احمد، اقبال۔ فکری تناظرات اور عصری معنویت، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 2001ء، ص15ا

2۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال اُردو، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، 2018ء، ص69

3۔ حمید یزدانی، ڈاکٹر خواجہ، شارح، شرح بانگ درا، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2006ء، ص12

4۔ غلام رسول مہر، شرح مطالب بانگ درا، عامر بکڈپو، کلکتہ، سنہ ندارد ص4

5۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال اُردو، ص52

6۔ ایضاً، ص69

7۔ ایضاً، ص315

8۔ آل احمد سرور، مرتب، اقبال اور مغرب، سری نگر اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی، 1997ء، ص5

9۔ محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال اُردو، ص294

10۔ ایضاً، ص232

11۔ ایضاً، ص229

12۔ ایضاً، ص303

13۔ ایضاً، ص113

14۔ ایضاً، ص168

15۔ ایضاً، ص74

16۔ ایضاً، ص188

17۔ ایضاً، ص229

18۔ محمد یوسف سلیم چشتی، تعلیمات اقبال، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ستمبر 1974ء، ص10-11

19۔ محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال اُردو، ص110

20۔ ایضاً،202

21۔ حامدی کاشمیری،ڈاکٹر، حرف راز-اقبال کا مطالعہ، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، 1983ء، ص87

22۔ قمر اقبال،ڈاکٹر، بانگ درا کے سو سال، مشمولہ، الہلال، ماہ نامہ۔ شمارہ اپریل 2024ء آئی، ایس، پی آر

23۔ ایضاً، ص16